علم درایت کا تدریجی ارتقاء اور موضوع روایات- تجزیاتی مطالعہ

حافظہ صبیحہ منیر*

Ilm-ul-Deraiya is one of the significant sciences of Islam. The learned hadith scholars and jurists have note only made the principals of investigating the chain of hadith (اسناد) but also made the principals of text of hadith. They have implemented/applied these principals in their research and "Diraya" is one of these principals applied to evaluate the authenticity of text of hadith as Quran says:

"لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ"

This article aims to analyze the importance of Ilm-ud-Diraya and its application in science of hadith. According to Muslim scholars if any tradition/narration opposes to any verse of Quran a any authentic hadith or Ijma will be rejected.

حدیث دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کا پہلا حصہ اصطلاح میں "سند" اور دوسرا حصہ "متن" کہلاتا ہے۔ "سند" رواۃ پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ متن الفاظ و کلمات کا مجموعہ ہوتا ہے جس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل سے ہوتا ہے۔ علماء حدیث نے "اسناد و متون" کی چھان بین اور انہیں پرکھنے کے لیے جو اصطلاح وضع کی ہے اسے "علم درایت" کہتے ہیں۔ دراصل عقل کی کسوٹی پر اسناد اور متون کو پرکھنا علم درایت ہے۔ اس علم میں جن قوانین اور اصول کو پیش نظر رکھا جاتا ہے انہیں اصطلاح میں "اصول درایت" کہا جاتا ہے۔

علم درایت کی تعریف

لغت میں درایت کے معنی معرفت اور جاننے کے ہیں۔ لسان العرب میں لفظ درایت اسی معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔

> دری: دری الشئ دریاً و دریاً عن اللحیانی، و دریۃ و دریاناً و درایۃً: علمہ۔ ویقال: اتی ھذا الامر من غیر دریۃ ای من غیر علم۔ ویقال دریت الشئ ادریہ عرفۃ، و دریۃ غیری اذا اعلمۃ۔[1]

لحیانی سے منقول ہے کہ درایۃ کا مطلب کسی شے کو جاننا ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ یہ معاملہ بغیر درایت کے یعنی بغیر علم کے آپہنچا۔ اور کہا جاتا ہے دریت الشئ یعنی میں نے اس کی معرفت حاصل کرلی۔ اور جب میں نے اسکو جان لیا تو اپنے سوا دوسرے کو اس کی خبر دی۔

* پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور/ لیکچرر، کنکورڈیا کالج، گرلز کیمپس، جوہر ٹاؤن، لاہور۔

المنجد میں درایت کے معنٰی بھی کسی چیز کو جاننے کے لیے استعمال ہوئے۔

دری۔ دریاً۔ ودِریاً ودریة ودِریةً وَدریاناً ودریانا ودُریاً ودِرایةً وھٰذا المصدر الاخیر ھو اکثر مصادرہ استعمالاً، الشئ وبالشئ توصل الی علمہ۔ ادری الرجل بکذا: اعلمہ بہ یقال (ما ادراک وما یدریک) ای ماتدری۔[2]

دری، دریا و دریا و دریة و دریة و دریانا و دریانا۔۔۔ یہ آخری مصدر ہے اور اکثر استعمال ہوتا ہے۔ اسکا مطلب ہے کسی چیز کو جاننا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے ادری الرجل یعنی آدمی نے جانا۔ اسی سے آیت ہے ما ادرٰک وما یدریک یعنی آپ کو کیا معلوم۔

علم درایت کی تعریف علامہ جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی میں علامہ ابن الاکفانی سے اس طرح نقل کی ہے۔

علم یعرف منہ حقیقة الروایة وشروطھا، وانواعھا، واحکامھا، وحال الرواة وشروطھم، واصناف المرویات، ومایتعلق بھا۔[3]

"وہ علم جس کے ذریعے رواۃ کی شروط، روایت کی اقسام اور احکام تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ نیز مرویات کے انواع و اقسام اور ان کے معانی و مفاہیم کی تعیین میں مدد ملتی ہے۔"

علامہ جلال الدین سیوطی سے بھی تقریباً اسی طرح کے الفاظ منقول ہیں۔

ھو علم بقوانین یعرف بھا احوال السند والمتن۔[4]

درایتِ علم حدیث ان قوانین کے جاننے کو کہتے ہیں جن کے ذریعے سند اور متن کے احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

علم درایت کی اہمیت قرآن حکیم کی روشنی میں

روایت کی تحقیق کرتے ہوئے حالات و قرائن کی روشنی میں اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی تعلیم خود قرآنِ مجید نے دی ہے۔ سورۂ نور میں واقعۂ افک کے ضمن میں ارشاد ہے:

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ۔[5]

"ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس بات کو سنا تو مومن مردوں اور عورتوں نے ایک دوسرے کے بارے میں نیک گمان کیا اور کہا کہ یہ تو صریح بہتان ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں جن کے بطلان کے قرائن اس قدر واضح ہوتے ہیں کہ ان کو سنتے ہی ان کی تردید کر دینی چاہیے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے کہ جب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا: ''یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اے ام ایوب، کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟'' انھوں نے کہا: ''بخدا نہیں۔'' تو فرمایا: ''اللہ کی قسم، عائشہ رضی اللہ عنھا تم سے بہتر ہیں۔''[6]

علم درایت سے متعلق دوسری مثال ہمیں قرآن حکیم میں سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات میں ملتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا۔[7]

"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی فاسق کسی بات کی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

علم درایت احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں

علم درایت کی تائید احادیث نبویہ ﷺ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کفی باء المرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع۔[8]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی چیز کو، بغیر سوچے سمجھے، بیان کر دے۔

مسندِ احمد میں حضرت ابو اسید الساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمعتم الحدیث تعرفہ قلوبکم وتلین لہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم قریب فانا اولاکم بہ واذا سمعتم الحدیث عنی تنکرہ قلوبکم وتنفر منہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم بعید فانا ابعدکم منہ۔[9]

''جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جس سے تمہارے دل مانوس ہوں اور تمہارے بال و کھال اس سے متاثر ہوں اور تم اس کو اپنے سے قریب سمجھو تو میں اس کا تم سے زیادہ حق دار ہوں اور جب کوئی ایسی حدیث سنو جس کو تمھارے دل قبول نہ کریں اور تمارے بال و کھال اس سے متواحش ہوں اور تم اس کو اپنے سے دور سمجھو تو میں تم سے بڑھ کر اس سے دور ہوں۔''

علم درایت اور دور صحابہ

اگرچہ یہ علم بحیثیت فن بعد میں وجود میں آیا لیکن اس کی ابتداء دور صحابہ ہی میں ہو چکی تھی، صحابہ جب کسی ایسی حدیث کو سنتے جو قرآنی تعلیمات یا سنت نبوی سے مطابقت نہ رکھتی تو اس پر بلا جھجک تنقید

کرتے۔ اس کا راوی خواہ کوئی بھی ہوتا مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ نے متعدد مواقع پر بعض صحابۂ کرام کی بیان کردہ روایتوں کو ان کی ظاہری شکل میں اس بنا پر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ ان کے نزدیک کتاب اللہ کے نصوص یا اصولِ شرع کے خلاف تھیں۔ ان میں سے چند مثالیں یہاں موقل ہیں:

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ: 'ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ'۔ "بے شک مردے کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے سزا دی جاتی ہے۔"

حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا:

یرحم اللّٰہ عمر لا واللہ ماحدث رسول اللہ ان اللہ یعذب المومن ببکاء احد ولکن قال ان اللہ یزید الکافر عذابا ببکاء اھلہ علیہ قال وقالت عائشۃ حسبکم القرآن: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ [10]

"اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے، بخدا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو کسی کے رونے کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں۔ آپ نے کافر کے بارے میں فرمایا ہوگا کہ اس کے پس ماندگان کے رونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے عذاب میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ تمھیں قرآن کی یہ آیت کافی ہے کہ کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔"

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: 'الطیرۃ فی المراۃ والدابۃ والدار'۔ "نحوست عورت میں، سواری کے جانور میں اور گھر میں ہوتی ہے۔"

تو حضرت عائشہ نے کہا:

والذی انزل الفرقان علی ابی القاسم ماھکذا کان یقول ولکن کان یقول کان اھل الجاھلیۃ یقولون الطیرۃ فی المراۃ والدابۃ والدار ثم قرات عائشۃ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا [11]

"اللہ کی قسم، رسول اللہ نے ایسا نہیں فرمایا۔ آپ نے تو اہل جاہلیت کے بارے میں فرمایا ہوگا کہ وہ یوں کہتے ہیں۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی "تمھیں زمین میں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی یعنی طے شدہ ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس کو وجود میں لائیں"۔

سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنھا نے یہ روایت بیان کی کہ ان کے خاوند نے انھیں تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ عدت کے دوران میں ان کا نفقہ خاوند کے ذمے نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

ماکنا لندع کتاب ربنا وسنة نبینا لقول امراة لاندری احفظت ام لا۔[12]

''ہم کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کی بات پر نہیں چھوڑ سکتے جس کو پتہ نہیں بات یاد بھی رہی یا نہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت ابو ایوب انصاری نے محمود بن ربیع کو کہتے سنا" فان اللہ قد حرم علی النار من قال لا الہ الا اللہ یبتغی بذالک وجہ اللہ۔" (جس نے محض اللہ کے لیے لا الہٰ الا اللہ کہا تو اللہ اس پر نار جہنم حرام کر دے گا) تو فرمایا" واللہ ما اظن رسول اللہ قال ما قلت قط "[13] (خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ نے یہ کبھی نہ فرمایا ہو گا جو تم نے کہا۔

موضوع روایات کا ابتدائی پس منظر اور وضع اصول درایت

دور صحابہؓ میں اس طرح کی اور بھی مثالیں پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں نقد حدیث کا رواج تھا۔ لیکن اصل ضرورت اس کی اس وقت پیش آئی جب خلافت راشدہ کے اواخر میں خانہ جنگی کے نتیجہ میں سیاسی اغراض کے لیے جھوٹی حدیثیں بنائی جانے لگیں۔ ان حالات میں ایک طرف تو محدثین نے رجال کی تحقیق وتفتیش شروع کی دوسری طرف فقہاء حدیث کے متن کی جانچ و پرکھ کرنے لگے۔ محدثین نے راویوں کی جانچ پڑتال کے لیے مختلف علوم وفنون جیسے علم الاسناد، علم تاریخ الرواۃ، علم جرح وتعدیل اور علم مصطلح الحدیث ایجاد کیے تو دوسری طرف فقہاء نے نقد متن کے لیے اصول درایت وضع کیے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ سے مندرجہ ذیل اصولِ درایت منقول ہیں۔

(۱) حدیث کا متن مشہور سنت کے خلاف نہ ہو وہ سنت قولی ہو یا فعلی۔

(۲) حدیث کا متن صحابہ اور تابعین کے درمیان نہ ٹکراتا ہو خواہ ان کا وطن ایک ہی شہر میں ہو یا الگ الگ شہروں میں۔

(۳) حدیث کا متن عمومات یا ظواہر کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو، اس لیے کہ کتاب قطعی الثبوت ہے اور اس کے ظواہر و عمومات قطعی الدلالۃ اور قطعی بہر حال ظنی پر مقدم ہوتا ہے۔ لیکن اگر حدیث عمومات قرآن اور ظواہر قرآن کی مخالفت کے بجائے اس کے مجمل کو بیان ہو تو اسے اس وقت تک قبول کیا جائے گا جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ قائم ہو جائے۔

(۴) حدیث کا متن اگر قیاس جلی کے خلاف ہو تو اس کا راوی فقیہ ہونا ضروری ہے اس لیے کہ اگر راوی فقیہ نہیں تو اس بات کا امکان باقی رہتا ہے کہ راوی نے روایت بالمعنی بیان کی ہو اور اس میں اس سے خطا واقع ہو گئی ہو۔

(۵) حدیث کے متن اگر بلویٰ (مصیبت اور آزمائش) جیسے حدود و کفارات کو بیان کرتا ہو جو شبہات کے ذریعہ ختم ہو جایا کرتی ہیں اور عام طور پر اس کے سننے اور جاننے والے ہمیشہ ایک سے زائد ہوتے ہیں تو ایسی حدیث کا مشہور ہونا ضروری ہے یا اسے امت نے قبول کیا ہو۔

(۶) حدیث کے متن میں سلف میں کسی نے طعن نہ کیا ہو۔

(۷) راوی کا عمل روایت کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث کہ "کتا" اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا سات مرتبہ دھونا ضروری ہے" حضرت ابو ہریرہؓ کا عمل اس حدیث کے خلاف تھا۔

(۸) حدیث کے متن یا سند میں کسی زیادتی کی صورت میں راوی کا بیان ثقاۃ سے علیحدہ نہ ہو اگر ایسا ہے تو ثقہ راویوں کی روایت کو قبول کیا جائے گا اور منفرد راوی کے اضافہ کو رد کر دیا جائے گا۔[14]

فقہاء میں امام مالک نقد متن کے لیے جمہور اہل مدینہ کے عمل کو بنیاد بناتے تھے۔ چنانچہ محمد ابو زھو نے نقل کیا" فاشترط الامام مالک فی قبول خبر الواحد ان یعمل علی خلافه الجمهور والجم الغفیر من اهل المدینه اذان عملهم بمنزلة رواتیهم عن رسول الله ﷺ ورواية جماعة عن جماعة اولیٰ بالقبول من رواية فرد عن فرد۔"[15] (امام مالک نے قبولیت حدیث کے لیے یہ شرط رکھی کہ اس کا متن جمہور اہل مدینہ کے عمل کے خلاف نہ ہو اس لیے کہ اہل مدینہ کا عمل رسول اللہ سے بمنزلہ روایت کے ہے اور ایک جماعت کا دوسری جماعت سے روایت کرنا قبولیت کے اعتبار سے زیادہ اولیٰ ہے بہ نسبت ایک فرد کا دوسرے فرد سے)۔

دوسری صدی میں فقہاء ان اصولوں کی روشنی میں حدیثوں کی جانچ پرکھ کرتے تھے اور ہر وہ روایت جو ان اصولوں کے خلاف واقع ہوتی اسے غیر معتبر قرار دیتے خواہ اس کا راوی کوئی بھی ہوتا۔ اس کے بعد اس علم میں اور ترقی ہوئی تو اس کے مزید اصول وضع کیے گئے اور ان اصولوں پر پوری نہ اترنے والی روایت کو موضوع قرار دیا جاتا۔

موضوع کی تعریف اور موضوع روایات کے وجود میں آنے کی وجوہات کا مختصر اً جائزہ درج ذیل ہے۔

موضوع کا لغوی معنٰی

موضوع وضع سے ماخوذ ہے جس کے معنی پھینکنا یا گرانا ہے۔ کہا جاتا ہے: وضع فلان الشئی ای القاہ من یدہ۔[16]

ابن منظور نے کہا ہے: الوضع ضد الرفع۔[17]

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

واما من حیث اللغ ۃ فقد قال ابو الخطاب ابن وحیہ : الموضوع : الملصق، وضع فلان علی فلان کذا ای الصقہ بہ۔ وھو۔ ایضا۔ الحط والاسقاط۔[18] والاول الیق بھذہ الحیثیۃ۔[19]

جہاں تک لغوی معنی کا تعلق ہے تو ابو الخطاب ابن وحیہ کا کہنا ہے کہ موضوع کے معنی غلط طور پر منسوب بات ہے کہا جاتا ہے فلاں شخص نے دوسرے پر وضع کیا یعنی اس کے ذمہ ایسی بات لگائی جو اس نے نہیں کہی۔ اس کے معنی پھینکنا یا گرانا بھی ہے لیکن اس موقع کے لئے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔

لغت میں گرانے اور پھینکنے کا حسی مفہوم ہے جبکہ یہاں معنوی مفہوم مراد ہے۔[20] ابن منظور نے اللحیانی کا قول نقل کیا ہے۔ جو معنوی مفہوم کو واضح کرتا ہے:

ووضع منہ فلان ای حط من درجتہ۔ والوضیع: الدنی من الناس۔[21]

اس سے فلاں شخص گرا یعنی اپنے مرتبہ سے گرا۔ اور وضیع کے معنی گھٹیا انسان۔

اصطلاحی مفہوم

حافظ ابن الصلاح موضوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وھو المختلق المصنوع۔[22] "وہ گھڑی ہوئی بنائی ہوئی روایت ہے۔"

حافظ سخاوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تین الفاظ شدید نفرت پیدا کرنے کے لئے کہے گئے ہیں حالانکہ پہلا لفظ زائد ہے۔ [23]ابن جماعہ نے صرف "المختلق" لکھا۔[24]ابن کثیر نے نوع کے عنوان میں "معرفۃ الموضوع المختلق المصنوع"[25] لکھا ہے۔ امام نووی نے ابن الصلاح کا اختصار کرتے ہوئے ھو المختلق المصنوع وشر الاحادیث الضعیفۃ[26] لکھتا ہے۔ ان تمام تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ موضوع وہ روایت ہے جسے حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو خواہ اس کا تعلق آپ کے قول سے ہو یا فعل و تقریر سے۔

موضوع کا درجہ

ضعیف و قبیح روایات میں سے بدترین روایت ہے۔ بعض علماء تو اس کو ایک الگ مستقل قسم قرار دیتے ہیں اور اس کو ضعیف کی قسم میں استعمال نہیں کرتے۔

موضوع روایت کا حکم

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اس کے موضوع کا علم رکھتا ہو اس کے لئے کسی صورت بھی ایسی روایت کا بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ تاوقتیکہ اس کا موضوع ہونا بھی بیان نہ کر دے۔ مسلم شریف میں ہے کہ: "من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین"[27] (جس شخص نے میری طرف نسبت کر کے جان بوجھ کر کوئی جھوٹی حدیث بیان کی تو ایسا شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔)

احادیث گھڑنے والوں (وضّاعین) کے ہتھکنڈے

اَ) ایک وضاع یا تو اپنی جانب سے ایک بات بنالیتا ہے اور پھر اس کی سند گھڑ کے روایت کر دیتا ہے۔

ب) یا کسی دانشمند حکیم وغیرہ کی بات لے کر اس کی سند خود بنا کر بطور حدیث روایت کر دیتا ہے۔[28]

موضوع حدیث کی پہچان

چند طریقے ہیں جس سے اس کو پہچانا جا سکتا ہے۔

(اَ) حدیث گھڑنے والے کا خود اقرار: جیسا کہ ابو عصمہ نوح بن ابو مریم کا اعتراف کہ اس نے قرآن کی ایک سورت کے فضائل پر حدیثیں گھڑ کر حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔

(ب) یا راوی کا ایسا بیان جو اقرار و اعتراف کا درجہ رکھتا ہو۔ مثلاً راوی کسی شیخ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ پھر جب اس سے اس شیخ کی تاریخ پیدائش پوچھی جاتی ہے تو ایسی تاریخ بتاتا ہے کہ فی الحقیقت اس تاریخ سے قبل اس کی وفات ہو چکی ہوتی ہے۔ اور وہ حدیث اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے روایت نہیں ہوتی۔

(ج) یا کسی راوی کے اندر ہی کوئی ایسا قرینہ پایا جائے مثلاً راوی رافضی ہو اور حدیث اہل بیت کے فضائل میں ہو۔

(د) یا اس روایت کے اندر کوئی قرینہ موجود ہو مثلاً ایسی روایت جس کے الفاظ رکیک ہوں یا محسوسات یا قرآن کے صریح خلاف ہوں۔[29]

وضع حدیث کی وجوہات

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "التدریب الراوی" میں وضع حدیث کی مندرجہ ذیل وجوہات بیان کی ہیں:

(اَ) تقرب الی اللہ: یعنی قرب خداوندی حاصل کرنے کی خاطر لوگوں کو نیکیوں کی طرف سے راغب کرنے کے لئے احادیث وضع کرنا یا برائیوں سے روکنے اور انجام سے ڈرانے کے لئے حدیثیں گھڑنا اس طرح کے وضاعین ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو زاہد و صالح و متقی سمجھا جاتا ہے لیکن در حقیقت ایسے لوگ بدترین وضاعین ہیں اس لئے کہ ان کی ظاہری ثقاہت و تقویٰ پر اعتماد کر کے لوگ ان کی گھڑی ہوئی احادیث قبول کر لیتے ہیں۔

اسی طرح کے لوگوں میں سے ایک ملیرہ بن عبد ربہ ہے۔ ابن حبان نے ابن مہدی سے روایت کر کے اپنی کتاب "الضعفاء" میں کہا ہے: "میں نے ملیرہ بن عبد ارَبَّہ سے پوچھا "تم اس طرح کی احادیث کہ جو شخص یہ پڑھے تو اس کا یہ اجر ہے کہاں سے لاتے ہو؟" تو اس نے جواب دیا: "لوگوں کو نیکی اور تلاوت کی طرف راغب کرنے کے لئے میں نے خود یہ احادیث وضع کی ہیں۔[30]

(ب) اپنے مذہب کو قوت بہم پہنچانے کے لئے: بالخصوص ظہور فتنہ یعنی مسلمانوں کی خانہ جنگی کے بعد جو سیاسی فرقے بنتے چلے گئے مثلاً خوارج اور شیعہ وغیرہ ہر فرقہ نے ایسی احادیث وضع کر ڈالیں جن سے اس کے مذہب کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً" علی خیر

البشر و من شک فیہ فکر " (علی سب انسانوں سے بہتر ہیں جو اس میں شک کرے گا وہ کافر ہو گا۔)

(ج) اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے: زندیق لوگ کھلم کھلا اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش سے ڈرتے تھے اس لئے انہوں نے وضع حدیث کا مکروہ طریقہ اختیار کیا اور خاصی تعداد میں ایسی حدیثیں گھڑ لیں جن سے اسلام کو بدنام کر کے اس کا روشن بگاڑ دیا جائے انہیں لوگوں میں محمد بن سعید شامی بھی ہے جس زندیقیت کے باعث سولی پر چڑھایا گیا تھا۔ اس نے بواسطہ حمید حضرت انسؓ مرفوعاً یہ موضوع حدیث روایت کی" انا خاتم النبیین لا نبی بعدی الا ان یشاء اللہ"[31] (میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر جب اللہ چاہے)۔

اسی طرح کی موضوع احادیث پر حدیث کے ماہرین اور ناقدین نے مفصل بحثیں کر کے کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔

(د) حکام وقت کا قرب حاصل کرنے کے لئے: ضعیف الایمان جب اپنے حکمرانوں کا قرب چاہتے تو شریعت سے ان کے انحراف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر احادیث وضع کرتے اور اس طرح ان کی خوشنودی حاصل کر لیتے۔ جیسا کہ غیاث بن ابراہم النخعی کوفی کا قصہ ہے کہ جب وہ امیر المومنین مہدی سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو اس وقت وہ کبوتر سے شغل کر رہا تھا غیاث نے فوراً ایک حدیث گھڑ کے حضور ﷺ تک (معاذاللہ) اس کی سند بنا دی اور کہا: "لا سبق الا فی نصل او خف او حافر او جناح" (اور اگر مقابلہ کرنا ہو تو شمشیر زنی، نیزہ بازی، اونٹوں کی دوڑ، گھوڑ دوڑ یا پرندے اڑانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی بازی لگائی جائے) "لفظ او جناح" محض مہدی کو خوش کرنے کے لئے بڑھا دیا، مہدی اس کی چال کو سمجھ گیا اس نے کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور کہا" میں نے ہی اس کو یہ حدیث وضع کرنے پر آمادہ کیا تھا" (یعنی میں ہی اس کا سبب بنا تھا۔)

(ہ) تلاش معاش اور طلب رزق: بعض قصہ کو لوگوں کو کہانیاں سنا کر پیسے کماتے حضور ﷺ کی طرف نسبت کر کے ایسے ایسے قصے گھڑتے جن سے لوگوں میں دلچسپی پیدا ہوتی اور انہیں سکون حاصل ہوتا۔ اور وہ انہیں عطیات دیتے جیسا کہ ابو سعید مدائنی کا حال تھا۔

(و) شہرت طلبی: اس کے لئے ایسی عجوبہ روزگار حدیثیں وضع کی جاتیں جن کا شیوخ احادیث کے ہاں کوئی وجود نہ ہوتا۔ ایسی احادیث میں غرابت کا عنصر قائم رکھنے کے لئے اسناد میں تغیر و تبدیل کر دیا جاتا تاکہ سننے والوں میں شوق و رغبت پیدا ہو۔ جیسا کہ ابن ابی وحیہ اور حماد نصیبی کا طریقہ کار تھا۔[32]

موضوعات پر مشہور تصانیف

چھٹی صدی ہجری میں ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) نے فن درایت میں بڑے شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ انہوں نے درایت کے نئے اصول وضع کرنے کے ساتھ ساتھ ہزاروں کی تعداد میں موضوع روایات کو ذخیرۂ حدیث سے الگ کیا اور پھر ان روایات کو "کتاب الموضوعات" کے نام سے جمع کر دیا جو آج بھی محفوظ ہیں۔

ابن جوزی کے علاوہ، ابن قیم (م ۷۵۱)، علامہ سخاوی (م ۹۰۲ھ)، علی القاری (م ۱۰۱۴ھ) اور طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) اور دوسرے ائمہ نے بھی اس فن میں بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ موضوع احادیث کے مصادر درج ذیل ہیں:

- تذکرۃ الموضوعات: یہ کتاب ابن طاہر ابو الفضل محمد المقدسی المعروف بابن القیسرانی[33] (م ۵۰۷ھ) کی ہے۔
- الموضوعات: امام حافظ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی (م ۵۹۷ھ)[34] کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو اس موضوع پر اولین کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔
- الآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، تذکرۃ الموضوعات: امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی (م ۹۱۱ھ) کی تالیف ہے۔ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں دار المعرفہ بیروت سے شائع ہوا۔
- الفوائد المجموعہ فی الاحادیث المجموعہ: یہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الشامی الدمشقی الصالحی[35] کی تصنیف ہے۔
- الدرر المصنوعات فی الاحادیث الموضوعات: شیخ محمد بن احمد بن سالم السفارینی الحنبلی[36] کی تصنیف ہے۔[37]

محدثین کرام کے وضع کردہ اصول درایت

ذیل میں ان اصول درایت کو اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جو ائمہ محدثین سے منقول ہیں اور اسی کے ساتھ موضوع روایات کی بعض مثالیں بھی جنہیں ان اصولوں کے تحت موضوع قرار دیا گیا۔

(۳) حدیث کا متن قرآنی صراحت کے خلاف ہو۔ جیسے:

لایدخل الجنة ولد الزنا۔[38] (ولد زنا جنت میں نہیں داخل ہو گا۔)

یہ روایت قرآن کی آیت: ولاتزر وازرة وزر اخریٰ۔[39] (کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) کے خلاف ہے۔

(۴) حدیث کا متن سنت سنتِ متواترہ کے خلاف ہو سنت خواہ قولی ہو یا فعلی۔ جیسے:

ان النبی ﷺ والخلفاء کانوا یخطبون من جلوس ۔[40] (نبی اور خلفاء راشدین بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے) حالانکہ آپ ﷺ کا اور آپ کے بعد خلفاء راشدین کا کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا معمول تھا جس کی تائید میں بہت سی احادیث ہیں چنانچہ جب یہ روایت حضرت سمرہ کے سامنے بیان کی گئی تو فرمایا کہ جس نے یہ حدیث بیان کی اس نے جھوٹ کہا۔[41]

(۵) حدیث کا متن اجماع قطعی کے خلاف ہو۔ جیسے:

تمام وہ روایات جن میں حضرت علی کے "وصی" (میرے وارث)۔" خلیفتی من بعدی"[42] (میرے والد میرے جانشین) جیسے الفاظ آتے ہیں وہ تمام کے تمام موضوع ہیں۔

اس لیے کہ اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بعد کسی کی تولیت کا حکم نہیں فرمایا۔

(۱) حدیث کا متن متقضیات عقل کے خلاف ہو جس کی کوئی تاویل نہ کی جا سکے جیسے:

حمل علی باب خیبر۔[43] (حضرت علی نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا)۔

(۲) حدیث کا متن محسوسات اور مشاہدات کے خلاف ہو۔ مثلاً۔ ان الارض علی صخرة والصخرة علی قرن ثور فاذا حرک الثور قرنہ تحرکت الصخرة فتحرکت الارض وھی الزلزلة۔[44] (زمین چٹان پر ہے اور چٹان بیل کی سینگ پر ہے جب بیل اپنی سینگ کو ہلاتا ہے تو چٹان ہلتی ہے جس کے نتیجہ میں زمین ہلتی ہے اسی کا نام زلزلہ ہے)۔

المرء علی دین خلیلہ فلینظر بمن یخالل ۔[45] (آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے تو چاہیئے کہ دیکھے وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔)

(٦) حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کی وعید ہو۔ جیسے:

من تکلم بکلام الدنیا فی المسجد احبط اللہ اعمالہ اربعین سنۃ ۔[46] (جس نے مسجد میں کوئی دنیاوی بات کہی تو خدا اس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کر دے گا۔)

من ترک الصلوۃ حتی مضی وقتہا ثم قضی عزب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنۃ والسنۃ ثلثمائۃ وستون یوما کل یوم کان مقدارہ الف سنۃ۔[47] (جس نے ایک نماز ترک کی یہاں تک اس کا وقت گزر گیا پھر اس کی قضا کی تو اسے جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا۔ ایک حقب اسّی سال کا ہوگا اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور ایک دن کی مقدار ایک ہزار برس ہوگی۔)

(٧) حدیث میں معمولی کام پر بھاری اجر و ثواب کی بشارت۔ جیسے:

من صام یوم عاشوراء کتب اللہ لہ عبادۃ ستین سنۃ۔[48] (جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اللہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت لکھ دے گا۔) ایسی روایات سے فرض اعمال کی اہمیت گھٹتی ہے اس لیے انہیں موضوع قرار دیا گیا۔

(٨) حدیث کے متن میں رکاکت پائی جائے یا ایسی بات جو شان نبوت کے خلاف ہو۔ جیسے

ثلاثۃ تزید فی البصر النظر الی الخضرۃ والماء الجاری والوجہ الحسن۔[49] (تین چیزوں سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے۔ سبزہ، بہتا ہوا پانی اور خوبصورت چہرہ کی طرف دیکھنا۔)

(٩) راوی وضع حدیث کا خود اقرار کرے یا حالات و قرائن سے ثابت ہو جائے۔

وضاعین حدیث میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو وضع حدیث کو اجر و ثواب کا کام سمجھ کر کرتا تھا۔ غلام خلیل اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا جب اس سے رقائق کے موضوع پر گھڑی ہوئی حدیثوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ "ہم نے انہیں اس لیے وضع کیا کہ لوگوں کے دل نرم ہوں"۔[50]

اسی طرح ابو عبد اللہ محمد بن الکرام السجستانی، جس کے متبعین "کرامیہ" کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے مذہب میں وضع حدیث جائز تھا۔[51] ان لوگوں نے مندرجہ ذیل نوعیت کی احادیث وضع کیں۔

من قراء سورۃ الکہف لیلۃ الجمعۃ اعطی نورا من حیث قرأھا الیٰ مکۃ وغفرلہ الی الجمعۃ الاخریٰ۔[52] (جس نے جمعہ کی رات سورہ الکہف کی تلاوت کی اسے اس جگہ سے مکہ تک نور عطا کیا جائے گا اور آئندہ جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے)۔

من قرأ اٰیۃ الکرسی فی دبر صلوٰۃ لم یمنعہٗ من دخول الجنۃ الا الموت ومن قراءھا حین یاخذ مضطجعہ امنہ اللہ علی دارہ ودار ارہ ودویرات حولہ ۔[53] (جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کرے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت میں جانے سے روک نہیں سکتی۔ اور جو اسے سوتے وقت پڑھے اللہ اس کا اور اس کے پڑوسیوں کے گھر اور ان کے ارد گرد کے گھروں کی حفاظت کرتا ہے۔)

(۱۰) حدیث کا مضمون قواعد طب کے متفقہ اصولوں کے خلاف ہو۔ جیسے:

یا حمیراء لا تغسلی بماء الشمس فانہٗ یورث البرص ۔[54] (اے احمیراء (عائشہؓ) سورج کے گرم پانی سے غسل نہ کرو اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔)

(۱۱) شہوت وفساد کی طرف رغبت دلاتی ہو۔ مثلاً

شہوۃ النساء تضاعف شہوۃ الرجال۔[55] (عورت کی جنسی شہوت مرد کی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے۔)

اذا جامع احدکم زوجتہ فلا ینظر الیٰ فرجھا ۔[56] (جب تم میں کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔

(۱۲) متن حدیث عہد رسالت کے تاریخی واقعات وحقائق کے خلاف ہو۔ مثلاً:

وضع الجزیۃ عن اھل خیبر ۔[57] (اہلِ خیبر سے جزیہ معاف کر دیا گیا۔) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نہیں نازل ہوا تھا اور نہ عرب اسے جانتے تھے۔ جزیہ کا حکم غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوا۔[58]

دخلت الحمام فرأیت رسول اللہ ﷺ جالسا وعلیہ مئنوز۔[59] (میں حمام میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ پر ایک تہبند ہے۔) عرب عہد نبوی تک لفظ "حمام" سے واقف نہ تھے۔ حمام کا رواج عباسی خلافت کے زمانہ میں ہوا جب سے یہ لفظ عرب کے استعمال میں آیا۔[60]

(۱۳) ایسی روایات جو فاقہ کشی اور رہبانیت کی ترغیب دلاتی ہوں جیسے:

حب الدنیا رأس کل خطیئۃ۔[61] (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے)۔

رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر قالوا و ما الجہاد الاکبر قال جہاد القلب۔[62] (آپ ﷺ نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف جا رہے ہیں تو لوگوں نے کہا کہ جہاد اکبر کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نفس کے خلاف جنگ (جہاد القلب) اس طرح کی روایات زہاد و صوفیاء نے وضع کیں جو خود گوشہ نشین تھے اور دوسروں کو اس کی دعوت دیتے تھے۔

(۱۴) متن حدیث میں ایسی بات مذکور ہو جو کئی طرق سے ثابت ہونی چاہئے مگر راوی واحد ہو۔ جیسے:

انہ اخذ بید علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بمحضر من الصحابۃ کلھم وھم راجعون من حجۃ الوداع فاقامہ بینھم حتی عرفہ الجمیع ثم قال ھٰذا وصی واخی والخلیفۃ من بعدی فاسمعوالہ واطیعوا۔[63] (حجۃ الوداع سے واپسی پر، مقام غدیر خم پر آپ ﷺ نے تمام صحابہ کے سامنے حضرت علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا وارث ہے اور میرا بھائی بھی اور میرے بعد خلیفہ، تو تم لوگ اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا۔)

(۱۵) حدیث کا متن اخلاقیات کے منافی ہو۔ مثلاً:

ثلاث لا یُرکن الیھا الدنیا والسلطان والمرأۃ ۔[64] (تین چیزوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا، سلطان اور عورت)۔

ایاکم وخضراء الدمن۔[65] (گھورے پر جمی ہوئی سبزی سے بچو) یعنی ایسی عورت سے پرہیز کرو جو ظاہری طور پر دیکھنے میں حسین اور خوبصورت ہو مگر اس کا باطن خراب ہو۔

حاصل بحث

اسلام کی علمی روایت میں علم درایت نہایت شاندار تاریخ رکھتا ہے۔ علماء، محدثین اور فقہاء نے روایتوں کو پرکھنے کے مختلف عقلی اصول وضع کیے اور ان کو اپنی تحقیقات میں برتا۔ درایت کی روشنی میں روایات کو پرکھنا ایک مسلمہ علمی اصول ہے اور جب کسی روایت کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ قرآن مجید کی کسی نص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابتہ، دین کے

مسلمات، عقل عام کے تقاضوں یا کسی بھی ثابت شدہ علمی حقیقت کے خلاف ہے تو اس کو یکسر رد کر دینا چاہیے، چاہے اس کی سند کتنی ہی صحیح اور اس کے طرق کتنے ہی کثیر ہوں۔

حوالہ جات وحواشی

[1]. الافریقی، ابن منظور، لسان العرب، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، س۔ن، ۱/ ۱۲۶۶

[2]. لویس معلوف، المنجد، نشر بلاعنت، ۱۳۸۳ء، ص ۲۱۴

[3]. السیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، دار الکتاب العربی، بیروت، 2004ء، ص ۱۴

[4]. السیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، ص ۱۴

[5]- النور ۲۴: ۱۶

[6]- تفسیر القرآن العظیم، ۳ / ۲۷۳

[7]- الحجرات، ۴۹: ۶

[8]- مسلم بن الحجاج القشیری (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، دار الفکر،، بیروت، س۔ن، مقدمہ

[9]- احمد ابن حنبل، مسند، دار المعارف، قاہرہ، ۴/ ۵

[10]- مسلم بن الحجاج القشیری (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، رقم الحدیث ۲۱۵۰

[11]- مسند احمد، ۶/ ۲۴۰

[12]- سنن ابی داؤد: کتاب الطلاق، رقم الحدیث ۲۲۹۱

[13]- بخاری، محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، دار الفکر، بیروت، س۔ن، باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ

[14]- محمد ابو زھو، الحدیث والمحدثون، مصر، ۱۳۷۸ھ، ص ۲۸۲-۲۸۱

[15]- ایضاً

[16]- ابراہیم مصطفیٰ، احمد حسن الزیات، المعجم الوسیط، دار احیاء التراث العربی، لبنان، س۔ن ۲ / ۱۰۵۱

[17]- ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی (م ۷۱۱ھ) لسان العرب، دار صادر، بیروت، مادہ وضع، ۸ / ۳۹۶

[18]- الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب مجد الدین (م ۸۱۷ھ)، القاموس المحیط، مصفیٰ، محمد القاہرہ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۳۷۳ھ، مادہ وضع، ۳/۹۴

[19]- ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی (م ۸۵۲ھ)، النکت علی کتاب ابن الصلاح، تحقیق ڈاکٹر ربیع بن ھادی عمیر، المدینۃ المنورۃ، ۱۹۸۴ء، ۲/۸۳۸

[20]- عبداللہ بن حسین، حاشیہ نقط الدرر شرح متن نخبۃ الفکر، مصر، ۱۹۳۸ء، ص ۸۱

[21]- ابن منظور، لسان العرب، ۸/۳۹۷

22- ابن الصلاح، ص ۹۸

23- السخاوی محمد بن عبد الرحمٰن (م ۹۰۲ھ)، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی، مطبعۃ العاصمہ، قاہرہ، س۔ن، ۱/۲۹۳

24-ابن جماعۃ محمد بن ابراہیم (م ۷۳۳ھ)، المنہل الروی فی مختصر علوم الحدیث النبوی، تحقیق ڈاکٹر محی الدین عبد الرحمٰن رمضان، دار الفکر، دمشق، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ص ۵۳

25-احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، مکتبہ دار التراث، قاہرہ، س۔ن، ص ۶۵

26- قسطلانی، احمد بن محمد (م۹۳۳ھ) الارشاد، الساری فی شرح صحیح البخاری، بولاق، قاہرہ، ص ۱۰۵؛ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی (م ۸۵۲ھ)، تقریب التہذیب، دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن، ۱۳۲۵ھ، ص ۱۱

27- مسلم بن الحجاج القشیری (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح بشرح النووی، موسسۃ قرطبۃ الطبعہ الثانیہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، مقدمہ، ص ۶۳

28- محمود الطحان، ڈاکٹر، اصطلاحات حدیث تعریف اور تشریح، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، اشاعت اول جولائی ۱۹۹۰ء، ص ۸۶

29-ایضاً، ص ۸۷

30-السیوطی جلال الدین (م ۹۱۱ھ)، التدریب الراوی، تحقیق احمد عمر حاشم، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۱/ ۲۸۳

31- التدریب الراوی ۱/ ۲۸۴

32-ایضاً، ۱/ ۲۸۶

33- مزید تفصیل کے لیے: محمد بن طاہر ہندی (پٹنی)، تذکرۃ الموضوعات، طبع مصر، ۱۳۴۳ھ، ص ۹۸

34-حافظ ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: الشیخ الامام العلامہ الحافظ المفسر، شیخ الاسلام مفخر العراق جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی۔۔۔ البغدادی الحنبلی الواعظ صاحب التصانیف۔ الذہبی محمد بن احمد (م ۷۴۸ھ)، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۲۱ / ۳۶۵-۳۸۴؛ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: احمد بن محمود، ابن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، مطبعہ المیمنیۃ، مصر، ۳/ ۱۴۰؛ ابو الفداء عماد الدین اسماعیل بن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، مطبعہ السعادہ قاہرہ، ۱۳۵۱ھ، ۱۳ / ۲۸؛ علی بن محمد عز الدین (ابن اثیر) الجزری، الکامل، مطبعہ منیریہ، قاہرہ، ۱۳۴۸ھ، ۱۲ / ۱۷، مرآۃ الزمان، ۸/ ۴۸۱

35- شمس الدین محمد نب یوسف بن علی الشامی الدمشقی (م ۹۴۲ھ) دمشق کے قاضی قضاۃ رہے۔ مفید کتب تالیف کیں جن میں میں مشہور "سبل الھدی والرشاد" اور "عقود لجمان" ہیں۔ ابن العماد، عبد الحہ

(م۱۰۸۹ھ)، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، دارالمسیرہ، بیروت، ۱۹۷۹ء، ۸ / ۲۴۹؛ خیر الدین زرکلی، الاعلام، طبع ثانیہ ۱۳۷۳ھ، ۸ / ۳۰

[36]-- محمد بن احمد بن سالم السفارینی (م ۱۱۸۸ھ) اپنے وقت کے اجل علماء میں سے تھے۔ حدیث، اصول اور ادب پر دسترس تھی صاحب تصانیف تھے۔ غرامی صحیح کی شرح اور الدر المصنوعات مشہور تالیفات میں سے ہے۔ الاعلام، ٦ / ۲۴۰

[37]- صاحب کشف الظنون نے اس کا ذکر نہیں کیا البتہ اسماعیل پاشا نے ذکر کیا ہے۔ کشف الظنون، ۱ / ۴٦۸ ؛الفوائد المجموعہ، مقدمہ، ص ٦

[38]-جلال الدین سیوطی، اللالی الموضوعہ، مطبع علوی (ہند) ۱۳۰۲ھ، ص ۴۲۳

[39]-الانعام، ۱٦۴:٦

[40]-الحدیث والمحدثون، ص ۳۱۰

[41]-ایضاً، ص ۳۰۸

[42]- اللالی الموضوعہ، ص۲۱۹، ۱۹۷

[43]- علی القاری، موضوعات کبیر، قرآن محل، کراچی، ص۲۰۳

[44]- شمس الدین ابن قیم، المنار ولمنیف فی الصحیح والضعیف، بیروت، ۱۹۷۰ء، ص ۷۸

[45]-ایضاً، ص ۴۴۵

[46]- محمد طاہر القتنی، تذکرۃ الموضوعات، مصر، ۱۳۴۳ھ، ص ۳٦

[47]- محمد تقی امینی، حدیث کا درایتی معیار، دار المصنّفین دہلی، ۱۹۸۰ء، ص ۲۰۳

[48]- موضوعات کبیر، ص ۴۸۵

[49]-ایضاً، ص ۵۰٦

[50]-اللالی الموضوعہ، ص۵۹۷

[51]-ابن صلاح، مقدمہ مطبع دار الکتب ۱۹۷۴ء، ص ۲۱۲

[52]-تذکرۃ الموضوعات، ص ۷۸

[53]- اللالی الموضوعہ، ص۱۳۷

[54]- شمس الدین ابن قیم، المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، بیروت،۱۹۷۰ء، ص ٦۰

[55]- شمس الدین محمد السخاوی، المقاصد الحسنہ، بغداد، ۱۹۵٦ء، ص ۲۵۵

[56]- اللالی الموضوعہ، ص۴۰۸

[57]-المنار المنیف، ص ۱۰۴

[58]- ایضاً

[59]- ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، قاہرہ ۱۹۶۱ء، ص ۱۱۷

[60]- موضوعات کبیر، ص ۲۶۰

[61]-جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی، لاہور، پاکستان، ۱ / ۲۸۷

[62]-موضوعات کبیر، ص ۲۲۲

[63]-المنار المنیف، ص ۵۷

[64]-موضوعات کبیر، ص ۱۸۲

[65]-ایضاً، ص ۱۵۳

****